

وہ شہر

itsurdu.blogspot.com

فرحت پروین

وہ شہر

عجیب شہر تھا وہ جہاں صرف لباس رہتے تھے۔ انواع و اقسام کے لباس، غیر ملکی، درآمد شدہ لباس، اعلیٰ لباس، متوسط لباس، ادنیٰ لباس، بوسیدہ لباس، وریدہ لباس۔ ان لباسوں میں انسانی جسم بھی تھے مگر وہ تو صرف لباسوں کو متحرک اور فعال رکھنے کے لیے تھے، ان کی کوئی شخصیت کوئی شناخت نہ تھی۔ اصل باسی تو وہ لباس تھے جو پوری تندی اور سرگرمی سے کاروبار حیات میں مصروف تھی۔

اور یہ وہ شہر تھا جہاں اس کی ہستی کی کلی پھولی تھی، جہاں اس کا بچپن کھیلا تھا، جہاں اس کا شباب کھلا تھا۔ وہ تو اس شہر کے ہر گیارے، ہر کوچے، راستوں کی ہر ہر اینٹ پتھر اور گڑھوں تک کو پہچانتا تھا۔ جہاں سب اپنے تھے اور کوئی غیر نہ تھا اور جب اس نے اس شہر کو چھوڑا تھا تو بھی یہ شہر کہاں اس سے چھوٹا تھا۔ وہ تو سدا اس کے ذہن میں آباد رہا تھا۔ وہ تمام دن روزگار و معاش کی تنگ و دو میں گزارنے کے بعد جب رات کو سوتا تو انہی گلی کوچوں میں جا نکلتا..... انہی سنگیوں ساتھیوں کے ساتھ۔ رات کے علاوہ دن کو بھی وہ یہی خواب بنتا رہتا کہ جیسے ہی وہ ایک خوشحال زندگی گزارنے کے لیے بھاری رقم جمع کر لے گا، اپنے خوابوں کے شہر کو لوٹ جائے گا۔ وہیں آباد ہونے کے لیے۔ وہ اپنے اس گھر کو نئے سرے سے تعمیر کرے گا۔ جس کی پرانی چھت گرنے سے اس کے ماں باپ اور چھوٹی بہن تینوں ایک ساتھ چل پے تھے، جبکہ وہ اکیلا اس لیے بچ گیا تھا کہ وہ گھر پر تھا ہی نہیں۔ وہ اس رات اپنے دوستوں کے ساتھ بیروں کے شکار کے لیے گیا ہوا تھا اور وہ سب سوتے میں ہی ہمیشہ کے لیے سو گئے تھے۔

وہ اس کھنڈر کو پھر سے نئی شکل دے گا جس میں اس کی زندگی کی بہترین یادیں دفن تھیں۔ اس نے اپنی زندگی کی ساری خوشیاں اور مستقبل کے سارے خواب اس شہر سے مشروط کر دیئے تھے۔

اور دس سال بعد وہ یوں سیدھا اس شہر کو لوٹا جیسے پرندے صبح کو رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں اور شام پڑتے ہی اپنے آشیانے کا رخ کرتے ہیں۔

وہ کل رات ہی اس شہر میں پہنچا تھا اگرچہ کافی بدل گیا تھا مگر وہ بغیر کسی دقت کے اپنے بچپن کے دوست کے گھر پہنچ گیا۔ اس کے دوست نے دروازہ کھولا۔ دونوں کو ایک دوسرے کو پہچاننے میں کچھ دیر لگی۔ وہ اسے اندر لے گیا مگر اس کے رویے میں وہ محبت اور گرم جوشی نہیں تھی جس کی حدت سے وہ خود چپ رہا تھا۔ شاید وہ کچی نیند سے جاگا اس لیے..... اس نے خود کو تسلی دی۔

اس کا دوست سو گیا لیکن اس کے لیے اس رات کی صبح کرنا مشکل ہو گیا اور مرغ کی پہلی اذان کے ساتھ پو پھٹتے ہی وہ نکل کھڑا ہوا۔

ہرائنٹ پتھر، گلی کو چپے، پیڑ پودے، پھول پتے سے ملنے، پھردن نکل آیا۔ وہ سارا دن بھٹکتا رہا۔ گلیوں میں، سڑکوں پر، بازاروں میں اور دن ڈھلے شکستہ دل و شکستہ پالوٹ آیا۔

اس کے دوست نے اس سے اداسی کا سبب پوچھا تو وہ رو دیا۔ اس نے بتایا کہ پورے شہر میں کسی نے اسے آنکھ اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ پہچانا تو درکنار۔ اتنی اجنبیت تو اسے پردیس میں محسوس نہیں ہوئی تھی جتنی اس شہر میں ہوئی ہے جو اس کے باپ دادا کا تھا اور ان کے آباء و اجداد کا تھا۔ اور اسے ہر جگہ مردوں کی سڑاند جیسی بو آتی تھی۔

یہ سب سن کر اس کا دوست ہنسا۔ عجیب کھوکھلی ہنسی تھی، غیر انسانی ہنسی۔

وہ اس کی ہنسی سے ڈر گیا اور پھر سے رونے لگا۔

اس کا دوست بولا۔ ”تو کیوں بھولتا ہے کہ تو دس سال بعد آیا ہے اور اب اس شہر کا دستور بدل گیا ہے۔“

وہ اسی دل گرفتگی سے بولا۔ ”میں روپیہ کما کر اس لیے اپنے شہر لوٹا تھا کہ سکون سے اپنوں میں رہ سکوں۔“

”تیرے پاس روپیہ ہے۔“ اس کے دوست کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

”پھر تو کوئی مشکل نہیں، تو بھی قیمتی لباسوں میں داخل ہو جا اور یہی تیرا تعارف ہوگا۔“

اس نے ویسا ہی کیا جیسی اس کے دوست نے نصیحت کی تھی۔

وہ جہاں گیا اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ بڑی عزت و تکریم دی گئی اور ان لوگوں نے بھی جان پہچان کا دعویٰ کیا جنہیں وہ بالکل نہیں جانتا تھا۔

وہ شام کو خوش خوش گھر لوٹا اور دوست کو دن بھر کی روداد سنائی۔

”کیا تجھے آج بھی مردوں کی سڑاند کی بو آئی؟“ دوست نے پوچھا۔

”شاید نہیں۔“ اس نے دماغ پر زور دے کر سوچتے ہوئے کہا۔

اس کا دوست زور سے ہنسا۔
وہ بھی اس کی ہنسی میں شامل ہو گیا۔
اور اب ان دونوں کی ہنسی ایک جیسی تھی۔



itsurdu.blogspot.com